ماہنامہ "نقیب ملت" ملتان

امیرِ شریعتؒ اور قائدِ شریعتؒ

مرکزِ علم دارالعلوم حقانیہ پاکستان میں دارالعلوم دیوبند کا نمائندہ و قائم مقام اور اس کا مثنیٰ قرار پایا

از قلم جانشینِ امیرِ شریعت سید ابو معاویہ ابو ذر شاہ صاحب بخاری

مورخہ ۲۴ محرم الحرام ۱۴۰۹ھ ۷ ستمبر ۱۹۸۸ء بروز چہار شنبہ (بدھ) کو نمازِ عصر کے بعد راقم چہل قدمی کے عارضی سے معمول کے بعد سلیمی دواخانہ ملتان کے مرکز دواسازی میں جا کر بیٹھا ہی تھا کہ مدرسہ قاسم العلوم کے ناظم عمومی مولوی محمد یٰسین جھنگوی صاحب نے مجھے عربی میں خطاب کرتے ہوئے کہا کہ:

"آپ نے کوئی نئی خبر سنی ہے؟"

میں نے کہا۔ "نہیں۔"

بولے۔ "بڑی افسوسناک خبر ہے کہ شیخ الجامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک آج ظہر کے وقت انتقال کر گئے ہیں۔"

حیرت و افسوس کے عالم میں منہ سے بے اختیار کئی بار انا للہ وانا الیہ راجعون نکل گیا۔ محفل میں میرے دفتر کے دو خادمین کے علاوہ چند مقامی ساتھی اور اتفاقاً پشاور سے آئے ہوئے ایک عالم زادہ نوجوان پروفیسر بھی بیٹھے ہوئے تھے جن کا تعارف گفتگو کے بعد ہوا۔ میں نے اپنے مشاہدہ اور معلومات کے مطابق حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تعارف سے متعلق چند واقعات اور پھر ان کے اخلاق اور علمی خدمات کے علاوہ حالیہ برسوں میں اسمبلی کے اندر اسلام کی علمی و قانونی وکالت و مدافعت اور جان و مال کے ذریعہ سے جہادِ افغانستان کے لیے انجام دیے ہوئے انتہائی موثر، وقیع اور یادگار تعاون اور کارناموں کا ذکر کیا اور ان کی مغفرت رفع درجات کے دعائیہ الفاظ کہے اور پھر اسی جگہ نمازِ مغرب کے بعد مولانا مرحوم کے لیے اجتماعی دعاءِ مغفرۃ بھی کی وہ فی الواقعہ اس دور میں اکابر کے علم و عمل کے صحیح وارث اور اہلِ دین کے لیے بہت بڑا ذہنی اور عملی سہارا تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنا قربِ خاص اور مقامِ رفیع نصیب فرمائیں۔ آئندہ سطور اپنے قلبی تاثرات اور ان کی یاد تازہ رکھنے کے لیے ایک حقیر سی کوشش ہے ورنہ وہ اپنے اخلاق و اعمالِ حسنہ کے لحاظ سے میری تعریف و توصیف سے مستغنی تھے۔ میں نے تعزیتِ مسنونہ کے طور پر ان کے فرزند و نائب برادرم مولانا سمیع الحق کے نام فوری برقیہ ارسال کر دیا تھا ورنہ صحت اجازت دیتی اکوڑہ جا کر مشافہۃً بھی تعزیت کرتا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ الصلحاء الابرار۔ آمین

● دارالعلوم حقانیہ۔ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور اس وقت ملک کی بڑی اور اہم دینی درس گاہ ہے۔ اس کے سابق مہتمم حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کو اس وقت سے جانتا ہوں جب وہ تقسیم سے کئی سال پہلے "دارالعلوم دیوبند" میں استاد بن کر گئے ہوئے تھے اور غالباً ان کے ساتھ نڑھال تحصیل کبیروالا کے مشہور جید عالم شیخ الفنون حضرت مولانا عبدالخالق بانی و سابق مہتمم کبیروالا رحمۃ اللہ علیہ بھی دیوبند میں معقولات کے خصوصی استاد کی حیثیت سے رونق افروز تھے اور پورے ملک میں ان کی دھوم مچی ہوئی تھی کہ "پنجاب سے ایک بڑا تگڑا اور وجیہ مولوی دیوبند میں آیا ہے جو اول تو بغیر کتاب سامنے رکھے اور یا پھر کتاب بند کر کے بڑی بڑی اور مشہور و مشکل کتب کا دھڑلے سے سبق پڑھاتا ہے"۔ مرحوم کا یہ تعارف کئی برس تک غائبانہ ہی رہا۔ حتیٰ کہ بعد از تقسیم جب ہم غریبوں کا ڈیرا ملتان میں آ لگا — تو پھر ان کی وفات تک وقفہ وقفہ سے مگر تقریباً مسلسل اور اکثر ملاقات ہوتی رہی وہ اپنے تعلیمی و انتظامی معاملات میں مشورہ کے لیے مجھ فقیر پر بے حد اعتماد کرتے تھے۔

۲۔ شعبان ۱۳۶۲ھ، اگست ۱۹۴۳ء میں

"خیر المدارس" جالندھر کا حسبِ دستور سالانہ امتحان آیا تو حضرت الاستاذ مولانا خیر محمد جالندھری نور اللہ مرقدہٗ نے مقامی علاقائی علماء و اساتذہ کی جگہ باہر سے ممتحن منگوانے کے لیے اپنے معمول کے مطابق دیوبند سے دو علماء کو بلایا تو وہاں کے ادارۂ اہتمام نے ایک تو مشہور مدرس و ممتحن مولانا عبدالشکور رحمۃ اللہ علیہ کو اور دوسرے ہمارے مذکور الصدر و ممدوح مولانا عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ کو جالندھر بھیج دیا چنانچہ ان کے سامنے امتحان میں بیٹھنے والی مختلف جماعتوں میں تیسرے سال کی کتب سے متعلقہ میری متوسط جماعت بھی شامل تھی، مولانا موصوف نے نحو کی مشہور کتاب "شرح جامی" اور منطق کی "شرح تہذیب" میں ہمارا بہت ہی نرم امتحان لیا اور بارعایت نمبروں میں پاس کر دیا جبکہ دوسرے سینئر بزرگ مولانا عبدالشکور مرحوم نے اپنی طبیعت و عادت اور مشہور معمول کے مطابق کافی محتاط اور کڑا امتحان لیا اور نسبتاً کم لڑکے ہی صحیح معنیٰ میں کامیاب ہوئے۔ راقم بھی باوصف اپنی تمام تر نالائقی و کمزوری کے بحمد اللہ فیل ہونے سے بچ گیا تھا۔

۳۔ پاکستان بننے کے بعد جلد ہی یہ معلوم ہو گیا تھا کہ سرحد والے ہمارے قدیم ممتحن مولانا عبدالحق نے ہی تقسیم سے کچھ عرصہ قبل اکوڑہ خٹک میں غالباً دیوبند جانے سے پہلے ہی ایک چھوٹا سا مدرسہ قائم کر رکھا تھا جو اَب چل نکلا ہے اور کامیاب جا رہا ہے اور روز بروز کافی ترقی پذیر ہے۔ حتیٰ کہ چند ہی برسوں میں نہ صرف وہ پاکستان کے اندر "دار العلوم دیوبند" کا مثنیٰ قرار پایا بلکہ دار العلوم دیوبند ہی کے سابق مایۂ ناز مہتمم حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ نے اوّلاً بذریعہ خط و کتابت اور پھر پاکستان میں اپنی ابتدائی آمد کے بعد ہی تقریر و تحریر دونوں طریق سے مدرسہ حقانیہ کو پاکستان میں دیوبند کا صحیح نمائندہ اور قائم مقام قرار دے کر اس پر اظہارِ شکر و فخر کیا تھا۔ چنانچہ کچھ ہی دنوں بعد حسبِ دستور مدارسِ دینیہ حقانیہ کے سالانہ اجتماعات کا سلسلہ شروع ہو گیا اور علماء کے دیرینہ معمول کے مطابق ہی حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کو بھی ان میں تقریباً مسلسل دعوۃِ شرکت و خطاب ملتی رہی۔

۴۔ کچھ عرصہ بعد علماء دیوبند کی علمی تنظیم کے لیے استاذ العلماء استاذی مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کی تجویز و تحریک اور جہد و سعی کے زیر اثر جب "وفاق المدارس العربیۃ" کا ادارہ قائم ہوا اور حسبِ ضرورت ملتان میں اس کے اجتماعات منعقد ہونے لگے تو ان کے ضمن میں اور خیر المدارس کے مشہور و مقبول سالانہ جلسہ کے موقع پر ملک کے اکثر مدارسِ عربیہ کے مہتممین اور جید ترین علماء ملتان میں وارد ہوتے تھے تو وفاق کے اجتماعات پر حضرت علامہ مولانا سید شمس الحق افغانیؒ، حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع سرگودھوی کے ساتھ حضرت مولانا عبدالحقؒ بھی موجود ہوتے تھے اور وفاق کی کارروائی کے بعد یہ حضرات اکثر حضرت امیر شریعتؒ کی ملاقات، عیادت اور کچھ دیر تک ہم نشینی کے لیے ہماری قیام گاہ پر تشریف لایا کرتے تھے اور بیٹھک میں کئی کئی گھنٹے تک یہ بے مثال و نادر دینی محفل اور علمی و ادبی مجلس جمی رہتی تھی اور حضرت امیر شریعت اپنے اخلاق عالیہ کے مطابق ان معزز ترین مہمان علماء و مشائخ کی بے حد پذیرائی کرتے اور ہم میں سے کسی کو بغیر کچھ کہے ان حضرات کے ناشتہ اور چائے کا خصوصی اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ مجھے بخوبی یاد ہے کہ ایک بار یہی حضرات تشریف لائے تو آپ بیٹھک سے اٹھ کر اندر کی طرف آئے اور ہماری مخدومہ اماں جی دام ظلہا سے حسبِ عادت معمولی آواز دے کر خطاب فرمایا۔ واضح رہے کہ بے ہوشی کے زمانہ سے لے کر سفید ریشی کے آثار پیدا ہونے تک میرا قریباً تیس برس کا طویل و مدید مشاہدہ اور سماع ہے کہ آپ ہماری اماں جی کو ہمیشہ "بڑھیو" کے لفظ سے مخاطب کیا کرتے تھے۔ چنانچہ وہ مطبخ کے کام کے لیے حسبِ معمول برآمدہ میں چولہے کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں اور آپ چلتے ہوئے اس کے وسطی محراب تک پہنچ کے حسبِ عادت مخاطب ہوئے۔

"بڑھیو! کہاں ہو؟"

انہوں نے جواب دیا۔ "جی بیٹھی ہوں"۔

فرمایا۔ "تمہیں کیا بتاؤں میرا کیا حال

ہے باہر رحمت پروردگار آئی ہوئی ہے۔"
انہوں نے عرض کیا " بھلا ہو کیا ہوا ہے ؟ "

فرمایا " دیکھو! میں کیا چیز ہوں ۔ میرے پاس نہ علم نہ عمل اور مجھے ملنے کے لیے مولانا افغانی ، مولانا بنوری مفتی محمد شفیع سرگودھوی اور مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹک والے جیسے علماء اور اللہ کے نیک بندے چل کر آئے بیٹھے ہیں بتاؤ یہ مجھ پر خدا کی رحمت ہے کہ نہیں ، مجھے اور کیا چاہیئے ؟ یہ وہ لوگ ہیں کہ دنیا ان کے پاس جاتی ہے اور یہ مجھ جیسے ایک بے علم اور بے عمل آدمی کو ملنے آتے ہیں ۔ اللہ نے میرے عیوب پر پردہ ڈالا ہوا ہے ورنہ میں کہاں اور یہ لوگ کہاں ؟ اور تو ہم کوئی خدمت کرنے کے قابل نہیں ہیں تو کم از کم چائے پانی تو ہو ۔ بس جلدی سے چائے دم کر لو اور ساتھ کچھ کھانے پینے کو ہو تو وہ بھی رکھ دینا اور جلدی کرنا ۔ انہیں واپس بھی جانا ہے ۔

اماں جی نے بھی تائیداً کہا کہ بے شک بڑی برکت کی بات ہے ۔ میں ابھی چائے تیار کرتی ہوں ۔

آپ یہ سن کر واپس بیٹھک میں گئے اور وقفہ سے دوبارہ اندر آکر باصرار چائے اور ناشتہ کے سامان والی ٹرے خود اٹھا کر باہر لے گئے اور پھر اپنے دیرینہ معمول کے مطابق ہر بزرگ کے لیے خود اپنے ہاتھ سے چائے بنا بنا کر کھانے کی چیزیں ان کے سامنے رکھ کر اکرام ضیف کی لذت و فرحت اور برکت حاصل کرتے رہے ۔ ساتھ چائے سے پہلے بھی اور بعد میں بھی اپنے اکابر علماء و مشائخ مرحومین کے واقعات اور اقوال و لطائف علمیہ کا سلسلہ شروع اور جاری رہتا تھا اور بالآخر یہ سب حضرات انتہائی فرحت و مسرت اور احساس قدرشناسی کی گہری کیفیت لیے ہوئے اور زبان سے اس کا اظہار اور نہایت عمدہ الفاظ میں اس کا اقرار کرتے ہوئے واپس چلے جاتے تھے تو ایسے خاص مواقع پر بھی دوسرے اکابر کے ساتھ ساتھ حضرت مولانا عبدالحق رح کی بھی کبھی کبھی زیارت ہو جایا کرتی تھی اور وہ حسب فطرت و عادت انتہائی توجہ اور شفقت کے ساتھ دعا کر کے رخصت ہو جاتے تھے ۔

بقیہ صـ ۹ سے ۔۔ دارالعلوم دیوبند کے فرزند جلیل

گی راہنمائی کے لئے اپنے جانشین کے طور پر مولانا سمیع الحق جیسا روشن ضمیر دینی و سیاسی قائد اور تشنگان علوم دینیہ کی سیرابی کے لئے دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا چشمہ آب شیریں چھوڑ کر گئے ہیں مولانا کی علمی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے پشاور یونیورسٹی نے آپ کو اعزازی ڈگری دی تھی لیکن اب ضروری ہے کہ آنے والی نسل کو ان کے عظیم کردار اور اعلیٰ خدمات سے باخبر رکھنے کے لئے مولانا کا تعارف صوبہ سرحد کا محکمہ تعلیم کسی بھی سطح پر شامل نصاب کرئے ۔

حقیقت یہ ہے کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق قدس سرہ کی وفات سے علم و عمل زہد و اتقاء عزیمت و استقامت اور عظمت کردار کا ایک آفتاب عالمتاب غروب ہو گیا ہے ان کے جانے سے مسند تدریس پر اداسی چھا گئی ہے ، دینی سیاست کا آنگن غم کدہ بن گیا ہے ۔ دنیا بھر میں پھیلے ہوئے مولانا کے شاگرد اور عقیدتمندان کی ولولہ انگیز یادوں کو سرمایہ زندگی بنا کر سنبھالے رہیں گے ۔

حضرت مولانا سمیع الحق ، ان کے بھائیوں اور حضرت شیخ الحدیث مرحوم کے دیگر پسماندگان کے غم میں پوری قوم ان کے ساتھ شریک ہے ۔ انجمن خدام الدین کے نائب امیر اور ہفت روزہ خدام الدین کے مدیر منتظم حضرت ڈاکٹر میاں محمد اکمل قادری مدظلہ نے مرکز اہل حق شیرانوالہ کی جانب سے حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی وفات حسرت آیات پر دلی رنج و غم کا اظہار کیا ہے اللہ تعالیٰ انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے ، ان کے درجات کو بلند فرمائے ۔ اور تلامذہ و منتسبین کو ان کے نقوش عمل کی پیروی کی توفیق بخشے ۔ آمین !